رات اور آلو

مسعود انور شفقی

مکتبہ شاہین
خیبر بازار پشاور

تحفہ از
جناب ڈاکٹر طاہر تونسوی

رات اور اُلّو

مسعود انور شفقی

مکتبہ شاہین خیبر بازار پشاور

MASOOD FAISAL JHANDIR LIBRARY
ACC NO. 017672
★ MAILSI ★

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں۔

TECHNICAL SUPPORT BY
CHUGHTAI
PUBLIC LIBRARY

مارچ سنہ ۱۹[illegible]ء

بار اول ــــــــــــ ۵۰۰

قیمت ــــــــــــ ۵ روپے

ناشر ــــــــــــ مکتبہ شاہین خیبر بازار پشاور

طابع ــــــــــــ شاہین پرنٹنگ پریس پشاور

انتساب

عزیز دوست

اقبال زبیری

کے

نام

آپس کی بات

چند برس ادھر روزنامہ انجام میں روزانہ ایک قطعہ ایک فرضی نام سے چھپنا شروع ہوا یہ کوئی ایسی یا غیر معمولی بات نہیں تھی جو اخبار بین طبقے کو چونکا دیتی کیونکہ جہاں تک میری "اخبار بینی" اور یادداشت کا تعلق ہے ایسے قطعات روزنامہ جنگ نے شائع کرنے شروع کیے تھے لیکن بعد میں روزنامہ انجام میں شائع ہونے والے قطعات اخبار کا ایک اہم جزو بنتے گئے اور جس دن ایسا دن شاذ ہی ہوتا) قطعہ نہ ہوتا اخبار پڑھنے والوں کو یوں لگتا جیسے اخبار کے نقشے سے کوئی اہم علاقہ غائب ہے اور اس طرح جستجو شروع ہوئی کہ طنز و مزاح کے یہ بھرپور وار کرنے والا کون ہے اور بہت عرصے بعد مجھ پر انکشاف ہوا کہ طنز و مزاح کی یہ پھلجھڑیاں چھوڑنے والا بظاہر انتہائی غیر سنجیدہ شخص دراصل ایک متین غزل گو ہے جس کا نام مسعود انور شفقی ہے اور وہ بھی اس طرح کہ زیر نظر کتاب کا مسودہ میرے پاس اس غایت سے بھجوایا گیا کہ اس کے متعلق کچھ تحریر کردوں اس مجموعہ میں

یادہ تر وہی قطعات ہیں جو باقاعدگی سے روزنامہ انجام کی زینت بنتے رہے اِن ے علاوہ کچھ ننھی مُنّی مگر کٹیلی نظمیں بھی ہیں جو لکھنے والے کو فنی چابکدستی کے ثبوت فراہم کرتی ہیں دراصل طنز و مزاح کو ادب میں وہی مرتبہ حاصل ہے جو صحافت میں کارٹون کا مقام ہے اِس میں کسی شخصیت یا واقعہ یا نظریہ کی کمزوریوں کو کچھ اِس تیکھے انداز میں پیش کیا جاتا ہے کہ دیکھنے والے کے ہونٹوں پر ایک ہلکی سی مُسکراہٹ اور ذہن میں کسی اہم تضاد کی شکل اُبھر آئے۔ شفقی صاحب اس اعتبار سے صحافتی ادب کے ایک کامیاب کارٹونسٹ ہیں انہوں نے اپنے گِردوپیش کی شخصیتوں اور واقعات کو اپنا موضوع بنایا ہے اور قلم پر مکمل گرفت کی خُوبی سے بڑی کامیابی سے اپنا مافی الضمیر بیان کر دیا ہے مجھے ان کی مختصر نظمیں میں رات اور اُلّو بیحد پسند آئی ہے۔ غالباً خود مُصنّف کو بھی یہ نظم بہت عزیز ہے۔ جبھی تو اُس نے اس نظم کے عنوان کو پُوری کتاب کی علامت بنادیا ہے۔ ادب کے قارئین جانتے ہیں مسعُود انور شفقی بنیادی طور پر غزل کے

شاعر ہیں اور اِن کے سچے جوہر اس میدان میں موتیوں کی طرح چمکتے دمکتے ہیں۔ لیکن یہ موقع نہیں کہ میں ان کی غزل کے بارے میں کچھ لکھوں اِس کے لئے مجھے اور پڑھنے والوں کو اِن کی نئی تصنیف کا انتظار کرنا پڑے گا۔

احمد فراز

پشاور یونیورسٹی یکم جنوری ۱۹۷۲ء

قِطعات

ہضم ہوتا ہے کہاں آرام سے غیروں کا مال

بیٹھ کر اب جیل میں دن اپنی آزادی کے گِن

ہم تو پی کر بھی کہا کرتے تھے امریکہ کا دُودھ

"رنگ لائے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن"

ممکن نہیں کہ رات بسر ہو کسی جگہ

پھرتے رہیں گے آپ سرائے کے واسطے،

وہ دِن گئے کہ لوگ یہ لکھتے تھے شوق سے

خالی ہے یہ مکان کرائے کے واسطے

○

قوم کے خادموں کے گھر اکثر
نوٹ مینہ کی طرح برستے ہیں
ایک رشوت پہ ہی نہیں موقوف
آمدن کے ہزار رستے ہیں

○

ایک بنگلہ ہو، ایک موٹر ہو!
پل کی پل میں امیر ہو جاؤں
دستخط تو مجھے بھی آتا ہے
کاش میں بھی وزیر ہو جاؤں

○

مشورے دیتا ہے گندم کے عوض
اور کچھ امداد کر سکتا نہیں
کون اَمریکہ کو سمجھائے بھلا
مشوروں سے پیٹ بھر سکتا نہیں

○

چور بازاری میں بڑھ رہی ہے آجکل
کچھ اثر ہوتا نہیں تقریر کا تحریر کا!
دیکھنا تھا ہم نے کپڑے کی گرانی کا یہ دور
"کاغذی ہے پیرہن ہر پیکرِ تصویر کا"

○

آپ لیڈر سہی ، مگر پھر بھی
بات کرنے کا رنگ ہوتا ہے
لوگ بھی اعتبار کرتے ہیں
جھوٹ کہنے کا ڈھنگ ہوتا ہے

○

قرض جب سے دیا ہے صاحب کو
اُن کی صورت نظر نہیں آتی
پہلے آتی تھی شرم اُن کو مگر
اب کسی بات پر نہیں آتی

○

لیڈروں کا خرچ بھی کچھ کم نہیں
کچھ بجٹ میں بھی خسارہ پڑ گیا
پھر نئی آفت سروں پر آ گئی
پھر نئے ٹیکسوں کا جھنڈا گڑ گیا

○

بعض اوقات سینہ زور اُٹھ کر
سینہ زوروں کو لوٹ لیتے ہیں
ہم شریفوں کی کیا حقیقت ہے
چور، چوروں کو لوٹ لیتے ہیں

ہمیں اپنی زباں میں آج وہ کہتے رہے کیا کیا
نہ قائم رہ سکا، جس سے ہمارے ضبط کا عالم
بالآخر اُن کی محفل سے یہ کہہ کر ہم نکل آئے
"زبانِ یارِ من ترکی، و من ترکی نمے دانم"

روزہ رکھتے نہیں ہو کیوں صاحب؟
جانتے ہو ثواب ملتا ہے
جھٹ سے بولے، یہ بحث رہنے دو
ہم کو آٹا خراب ملتا ہے

○

بات ایسی نہیں، مگر پھر بھی
ہم ذرا چھُپ کے پیٹ بھرتے ہیں
دوسرے لوگ رکھتے ہیں روزہ
ہم فقط احترام کرتے ہیں

○

پہلے ملتے تھے بے دھڑک ہم سے
اب گزرتے ہُوئے بھی ڈرتے ہیں
قرض جب سے دیا ہے صاحب کو
گاہے گاہے سلام کرتے ہیں

پارٹی سے دغا نہیں کرتے
جن میں احساس کی حرارت ہے
کیا بھروسہ ہے ایسے لوگوں کا
جن کا ایمان ہی وزارت ہے

سب کو اپنی غرض مقدم ہے
سوچتے ہیں مآل کیا ہوگا ؟
گر یہ رفتار ہے گرانی کی
ہم غریبوں کا حال کیا ہوگا

غریبوں کے لیے دل میں حقارت آ ہی جاتی ہے
دلوں کے درمیاں آخر وزارت آ ہی جاتی ہے
گزشتہ دوستی کا پاس مجبوراً نہیں رہتا
خدا جب حُسن دیتا ہے نزاکت آ ہی جاتی ہے۔

ہم نے میلے میں سب کی جیبوں پر
احتیاطاً نگاہ ڈالی تھی
حادثہ ہے کہ عید کے دن بھی
ہر مسلماں کی جیب خالی تھی

بھوک سے مرنا پڑے گا سوچ لے
ورنہ سرتابی نہ کر احکام سے
تجھ پہ "صاحب" کی خوشامد فرض ہے
نوکری کرنا ہے گر آرام سے

جن کا مقصد، مفادِ ہے اپنا
ہر حقیقت کو ڈھانپ لیتے ہیں
بات چھپتی نہیں مگر پھر بھی
لوگ چہروں کو بھانپ لیتے ہیں

سخت مہنگا ہے آج کل آٹا
کچھ کہو، ہم غریب کیا کھائیں
بے نیازی سے کہہ گئے اتنا
آپ بسکٹ سے شوق فرمائیں

بیچ دیتا ہے جو ضمیر اپنا
عُمر بھر زندگی کو روتا ہے
ایک پرمٹ تو کوئی چیز نہیں
آدمی با اصُول ہوتا ہے

عرض کی اک وزیر سے ہم نے
ہم مہاجر غریب بے گھر ہیں
کچھ تاَمّل کے بعد فرمایا!
آپ کس پارٹی کے ممبر ہیں؟

گر خدا ناراض ہے تو غم نہیں
خوش رکھو، تم اپنے "صاحب" کو مدام
آرزو گر ہے ترقی کی تمہیں
روز بنگلے پر کرو جا کر سلام

کوئی بولا امیر بابا ہیں
کوئی بولا فقیر بابا ہیں
پہلے ہوں گے جلال بابا وہ
آج کل تو وزیر بابا ہیں

تجربہ ہے کہ مولوی صاحب
وعظ فرما کے لوٹ آتے ہیں
آپ کشمیر جانے والوں کو
پھول پہنا کے لوٹ آتے ہیں

○

غم سے ڈرنا تو اک بہانہ ہے
درحقیقت خوشی سے ڈرتے ہیں
لوگ اب موت سے نہیں ڈرتے
لوگ اب زندگی سے ڈرتے ہیں

○

میں کسی جرم کا اسیر نہیں
میرے کردار کی نظیر نہیں
کیوں جھجکتی ہو، مجھ کو ملنے سے
میں کوئی سابقہ وزیر نہیں

یہ سابق وزیروں کا دل جانتا ہے
ذخیروں میں باقی، نہ گندم، نہ چاول
ہے اب اُن کی مصروفیت کا یہ عالم
کہ پڑھتے ہیں دن بھر کرائے کے ناول

ہم تصور میں بارہا تجھ کو
بیٹھے بیٹھے پکار لیتے ہیں
تیری تصویر دیکھنے کے لئے
دل کا چربہ اُتار لیتے ہیں

زندگی کے اصول ایسے ہوں
قوم کی جن میں نیک نامی ہو
تم سے قانون یہ نہ پوچھے گا
تم مہاجر ہو، یا مقامی ہو

اپنا اپنا نصیب ہے ورنہ
لوگ فکرِ معاش کرتے ہیں
بعض کو نوکری نہیں ملتی
بعض نوکر تلاش کرتے ہیں

ان منافع خور لوگوں سے کہو
قوم کا بھی پاس کرنا چاہیے
تم کو آخر ایک دن مرنا بھی ہے
کچھ نہ کچھ احساس کرنا چاہیے

دل کو اسیرِ زلفِ پریشاں کیے ہوئے
چہرے پہ وحشتوں کو نمایاں کیے ہوئے
کرکٹ کا میچ، اور قیامت کی دھوپ میں
"بیٹھے تھے ہم تصورِ جاناں کیے ہوئے"

اے غمِ زلیست بانٹنے والے
پیٹ کا غم بھی مستقل غم ہے
زندگی کس طرح سے گزرے گی
خرچ زاید ہے آمدن کم ہے

پھوٹی کوڑی نہیں ہے پاکٹ میں
آرزوئے وصال کرتے ہیں
کام لیتے ہیں، صرف شعروں سے
بعض شاعر کمال کرتے ہیں

غم پرایا ہو، یا کہ اپنا ہو
چارد نا چار کھانا پڑتا ہے
بعض اوقات دوسروں کے لئے
لازماً مسکرانا پڑتا ہے

تیری فرقت کسے گوارا ہے
زندگی کا سوال ہے پیارے
وصل کی آرزو بھی ہے لیکن
حبیب کا بھی خیال ہے پیارے

○

تم خُدا کو جواب کیا دوگے؟
لحظہ لحظہ حساب ہوتا ہے
اتنا پانی مِلا کے دیتے ہو
دُودھ بھی آب آب ہوتا ہے

○

ایک ہم ہیں جو کچھ نہیں پڑھتے
رنج و آلام جب تو بڑھتے ہیں
ہم سے اچھے ہیں وہ سمگلر جو
احتیاطاً نماز پڑھتے ہیں

○

صرف آہوں سے کام چلتا تھا
التجاؤں سے کام چلتا تھا
وہ زمانے کہاں سے لائیں ہم
جب دُعاؤں سے کام چلتا تھا

○

جس قدر ہم خُدا سے ڈرتے ہیں
ہم کو اُتنا عذاب مِلتا ہے
نیکیاں کر رہے ہیں ہم لیکن
دوسروں کو ثواب مِلتا ہے

○

عشق کی موت بھی گوارا تھی
چند روز آزما لیا ہوتا
ہم کو پہلے اگر بتا دیتے
ہم نے بیمہ کرا لیا ہوتا

○

صرف دولت سے کچھ نہیں ہوتا
بعض لوگوں کا نام چلتا ہے
تجربہ ہے کہ دھوکا بازی سے
ساری دُنیا کا کام چلتا ہے

ہم صحافی عجیبُ خلقت ہیں
اپنے پیشے سے کِس طرح بھاگیں
اَب ہمارا یہی مقدّر ہے
دن کو سوئیں تو رات کو جاگیں

دُنیا کو کسی کام سے فرصت نہیں ملتی
یعنی غمِ ایّام سے فرصت نہیں ملتی
تم کو اُسی آغازِ محبت کی طلب ہے
لیکن ہمیں انجام سے فرصت نہیں ملتی

ہم کلرکوں کا حال مت پوچھو
جس کو دیکھو وہی سوالی ہے
پہلی تاریخ ہے مہینے کی
آج کے دن بھی جیب خالی ہے

ہر اک سے دوستانہ ہے ہمارا!
دلوں میں کھوٹ پہلے سے نہیں ہے
ہمارے ووٹ کی خواہش نہ کرنا
ہمارا ووٹ پہلے سے نہیں ہے

○

سادگی اب کہاں ہے دُنیا میں

جس طرف دیکھیئے بناوٹ ہے

صِرف خالص ہے رنگ پانی کا

باقی ہر چیز میں ملاوٹ ہے

○

ہم یہاں بیٹھ کر ترستے ہیں

وہ ہوا کھا رہے ہیں امریکہ

میرے محبوب ہم کہاں جائیں

سار باں جا رہے ہیں امریکہ

سادگی حُسن کو سجاتی ہے
یعنی تابِندگی کا زیور ہے
لاکھ فیشن پرست ہو دُنیا
سادگی زندگی کا زیور ہے

آم تو خیر آم ہوتے ہیں
گٹھلیوں کے بھی دام آئیں گے
مت اُلجھ ہم فقیر لوگوں سے
ایک دن ہم بھی کام آئیں گے

جِس قدر ہاتھ میں لکیریں ہیں
اُتنے حالات جانتا ہُوں میں
میرے محبوب اَب تیری خاطر
ہر نجومی کو مانتا ہُوں میں

یَاد آتا نہیں ہے کچھ، ہم کو
کِس زمانے کی یہ نشانی ہے
حافظے کا بھی ہے قصوُر مگر
تیری تصویر بھی پُرانی ہے

○

شان و شوکت پہ جان دیتے ہیں
جاہ و حشمت پہ جان دیتے ہیں
دوستی کی نہیں حقیقت کچھ
لوگ دولت پہ جان دیتے ہیں

○

بات جو بھی زباں سے کہتے ہیں
زندگی بھر نبھا نہیں سکتے
دوستوں کی ہے اب یہی تعریف
وقت پر کام آ نہیں سکتے

میرے محبوب ہم غریبوں کی
گرمجوشی ہی گرمجوشی ہے
گھر کے اندر تو ہے سیہ بختی
گھر کے باہر سفید پوشی ہے

ملاقاتیں ہوئیں، لیکن نتیجہ کچھ نہیں نکلا
نہ اُنکی سلوٹیں نکلیں، نہ اِنکے پیچ و خم نکلے
نکلتے وقت امریکہ سے نہرو نے کہا آخر
بہت بے آبرو ہو کر تیرے کوچے سے ہم نکلے

○

میرے محبوب تیری باتوں میں
آج کل ہیں تجارتی نخرے
باز آئے تیری محبت سے
تیرے نخرے ہیں بھارتی نخرے

○

ہر بلا آپ ہی نے ٹالی ہے
ہر مہم آپ ہی نے سر کی ہے
اُن کی بابت بھی کچھ نہ کچھ سوچیں
جن کا پیشہ فقط کلرکی ہے

○

سوچیے ذہن کی بلندی سے
دیکھیے آنکھ کی حویلی سے
جو حقیقت ہے وہ حقیقت ہے
چاند چھپتا نہیں ہتھیلی سے

○

بے رخی کا نہیں فقط شکوہ
اپنی تقدیر کا بھی رونا ہے
کیا کریں ہم کہ تیری نظروں میں
ہر چمک دار چیز سونا ہے

آج بھی تیری یاد تازہ ہے
ہجر میں زخم بھر نہیں جاتے
جانِ من اِس قدر اُداس نہ ہو
دِل بچھڑنے سے مر نہیں جاتے

سر تکبر سے جھک بھی جاتے ہیں
زندگی رُخ بدل بھی جاتی ہے
تجھ کو معلوم ہے میرے محبوب
حسُن کی دھوپ ڈھل بھی جاتی ہے

اپنے فن میں کمال ہو جن کو

کام کب اُن کے بند ہوتے ہیں

کامیابی اُنہی کا حصّہ ہے۔

جو خوشامد پسند ہوتے ہیں

ہم پڑوسی ہیں اک گوّیے کے

سُنتے رہتے ہیں رات بھر گانے

اَب تو آرام سے گزرتی ہے

عاقبت کی خبر خُدا جانے"

○

پھبتیاں سہہ رہے ہیں بچوں کی !
اگلے وقتوں کے جتنے ڈیڈی ہیں
یہ مخالف ہیں تنگ کپڑوں کے
گھر کے افراد سارے ٹیڈی ہیں

○

جانِ من، یہ تو ایک فیشن ہے
ایسی باتوں سے تم نہ گھبراؤ
ہم نہ مانے مطالبات اگر
جاری رکھنا ہمارا گھیراؤ

○

ختم ہوتی ہے داستانِ دل کی
خود کو پامال کرنے والا ہوں
چھوڑ کر جا رہے ہو تم بھی مجھے
میں بھی ہڑتال کرنے والا ہوں

○

آس رکھتے ہیں لوگ کرسی کی
یا امارت کی آس رکھتے ہیں
ہم ساحبِ الوطن نہیں کوئی
ہم وزارت کی آس رکھتے ہیں

ہے یہ سرکاری دفاتر کا اصول
آج کا جو کام ہے وہ کل کریں
وقت کا آخر کوئی مصرف تو ہو
گپ لڑائیں یا معمے حل کریں

اِس خشک زندگی میں میسّر کہاں ہیں
ایسی خوشی، کہ عیش یا عشرت کہیں جسے
تحفوں کے کاروبار پہ دار و مدار ہے
وہ شے کہاں نصیب کہ رشوت کہیں جسے

چاہتے ہیں روز وہ کوئی نہ کوئی انقلاب
جن سیاسی لیڈروں کو کرسیاں مرغوب ہیں
پوچھتے رہتے ہیں، صبح و شام وہ ہر ایک سے
کب وزارت کے لیے درخواستیں مطلوب ہیں

کیا وزارت ہے آج کل جس میں
روز اک انقلاب آتا ہے
اب تو ہر تیسرے مہینے بعد
ایک عزت مآب آتا ہے

○

اِس الیکشن کے دور میں لیڈر
اشک آنکھوں میں بھر کے آئیں گے
گو طبیعت علیل ہے اُن کی
پھر بھی تقریر کر کے جائیں گے

○

رشوت کا مال کس طرح سمجھے کوئی حرام
جب گھر میں ہر طرح سے مُیسر ہو شانتی
پھر اس پہ قید و بند کا خطرہ بھی کچھ نہیں
ملتا ہے تین چار روپے میں ضمانتی

○

اِن جوانوں کی ہے عجب تہذیب
اپنے فن میں کمال رکھتے ہیں
لمبی لمبی سی اِن کی مُونچھیں ہیں
لمبے لمبے سے بال رکھتے ہیں

○

علم سیکھیں گے اب تو مکتب میں
ملک کے سب رہے سہے لیڈر
انقلابات ہیں سیاست کے
طالب علم بن گئے لیڈر

دشمنی جس کسی سے لینی ہو
اُس کے گھر میں مشاعرہ کر دو
وہ اگر اِس سے اختلاف کرے
احتجاجاً مظاہرہ کر دو

لیڈروں کی کمی نہیں لیکن
میرا معیار اتنا پست نہیں
کیسے تقریر کر سکوں گا میں
نعرے بازوں کا بندوبست نہیں

○

اُس کے کندھوں پہ ریشمی چُغہ
اُس کے ہاتھوں میں ایک مالا ہے
پہلے اسلام کا جو خادم تھا
آج کل وہ وزیرِ اعلیٰ ہے

○

میرے محبُوب جھُوٹ بولا کر
مشکلوں کا یہی مداوا ہے
ہے یہ تحقیق دورِ حاضر کی
سچ حقیقت میں اِک دکھاوا ہے

○

محض ووٹوں کے واسطے جن کا
وقت کٹتا رہا، نمازوں میں
اب وہی رہ نما، جو پیدل تھے
کر رہے ہیں سفر جہازوں میں

○

سات پُشتوں سے جو رہے اب تک
جھُوٹی عظمت کے، نام کے خادم
ہے تعجب کہ آج کل وہ بھی
بن گئے ہیں عوام کے خادم

قوم کی صحت کا نسخہ ہے اگر جمہوریت
کچھ تو پابندی بھی ہوتی، اس کے استعمال پر
کوئی پابندی نہیں تو بے دھڑک مِل جانِ من
آج کل اِس شہر کی پولیس ہے ہڑتال پر

آپ نے ماضی سے عبرت ہی نہیں لی آج تک
اِس سے پہلے بھی چلا کرتے تھے، تاریکی میں تیر
میں نے اپنا دستخط تک بھی نہیں سیکھا ابھی
آپ پھر بھی کر رہے ہیں نامزد مجھ کو وزیر

○

چاہے مفتی ہو، چاہے قاضی ہو
اپنے اسرار خود ہی کھولے گا
اس پہ تنقید مت کرو ورنہ
وہ بچارا بھی جھوٹ بولے گا

○

جیت جاؤں اگر الیکشن میں
اس میں قدرت کا ہاتھ سمجھوں گا
مجھ کو فی الحال ووٹ دو لوگو
بعد میں سب کے ساتھ سمجھوں گا

○

خُدا کی شان امریکہ کے لینگل
سفیروں کی طرح آئے، گئے ہیں
ہماری قوم کے نادار بچّے!
کھلونے دے کے بہلائے گئے ہیں

○

اُن سے پُوچھا ۔ کہ رقص دیکھو گے
ہنس کے بولے ۔ کہ جیب خالی ہے
سچ بتاؤں تو آج میکے سے
اپنی بیگم بھی آنے والی ہے

اپنی عظمت پہ جان دیتے ہیں

قومی خدمت پہ جان دیتے ہیں

تجزیہ کیجئے تو سب لیڈر

سستی شہرت پہ جان دیتے ہیں

کیا سیاست کا دور ہے جس میں

ہر قدم پر ملے کئی لیڈر

جس کو دیکھو بیان دیتا ہے

قوم کی قوم بن گئی لیڈر

اس سیاست کے باب میں ہر اک
مفت میں کیوں بلا کرے ہم کو
ہم تو اُس پارٹی کے ممبر ہیں
جو بھی پرمٹ عطا کرے ہم کو

اِس "اڈیٹر" کو قتل کر ڈالو
میں نے بھیجی تھی کل نئی کاپی
اس نے میرا بیان چھاپا ہے
میری تصویر کیوں نہیں چھاپی

○

پاس ہے جن کو اپنی روزی کا
فرض کا احترام کرتے ہیں
میرے دفتر کے سارے چپڑاسی
میرے بنگلے پہ کام کرتے ہیں

○

دیکھنا ہے کہ اس سیاست میں
کس کو کتنا زوال آتا ہے
کس کو بنگلے فروخت ہوتے ہیں
کس کی مُٹھی میں مال آتا ہے

غزلیات

جو بچارا ادیب ہوتا ہے
سب سے پہلے غریب ہوتا ہے

عشق ہوتا ہے بھوکوں ننگوں کا
پر عجیب و غریب ہوتا ہے

جو رہا ہو مریض برسوں سے
وہ بھی آدھا طبیب ہوتا ہے

جس کی روزی قلم پہ ہو موقوف
وہ بہت بدنصیب ہوتا ہے'

دن کو سوتے ہیں شب کو گاتے ہیں
چین کی بنسری بجاتے ہیں
ان کو ہم سے اگر تعلق ہے
لوگ کیوں درمیان آتے ہیں
بعض سوتے ہیں گھپ اندھیرے میں
بعض دن کو دیئے جلاتے ہیں،
دہر کے ٹھیکیدار ہیں ہم لوگ
ساری دُنیا کے غم اُٹھاتے ہیں
دل لگا کر حسین لوگوں سے
اپنی تقدیر آزماتے ہیں
تیری دنیا نہیں سرائے ہے
بعض آتے ہیں بعض جاتے ہیں

اگر آپ کا حُسن مغرور رہے
تو بندہ بھی عادت سے مجبور رہے

وہی ہیں زمانے بس اب کامراں
حیا جن کی آنکھوں سے کافور رہے

کریں شوق سے میری تنخواہ کم
مجھے آپ کی شرط منظور رہے

حضور آپ بچ کر کہاں جائینگے
زمیں سخت ہے آسماں دور ہے

فقط وعدوں پہ بہلائے گئے ہیں
سراسر ظلم فرمائے گئے ہیں
کبھی زلفوں سے بہلائے گئے ہیں
کبھی پھانسی پہ لٹکائے گئے ہیں
بڑی منت سے بُلوائے گئے ہیں
مگر دھوتے پہ ٹرخائے گئے ہیں
جو رحلت کر گئے فاقہ کشی سے
تیرے کوچے میں دفنائے گئے ہیں
ہے ایسی زندگی سے موت بہتر!
بھری محفل میں شرمائے گئے ہیں
برائیں ہیں رقیبوں کا مقدر
جنازے ہم سے اُٹھوائے گئے ہیں

آج کل کچھ تیرا خیال نہیں
تیرے ملنے کا احتمال نہیں

عشق کو ترک کر رہا ہوں میں
میری پاکٹ میں اتنا مال نہیں

زندگی کے کئی تقاضے ہیں!
صرف چاول نہیں ہیں دال نہیں

گو ملاقات کر رہا ہوں میں!
پر طبیعت میری بحال نہیں

بد پرہیزی ہی بد پرہیزی ہے،
اب دواؤں کا استعمال نہیں

تو میرا راہ بر سہی لیکن!
یہ قیادت کوئی فعال نہیں

کیا تعجب ہے، ہم بدل جائیں
اس زمانے کی اب وہ چال نہیں

وہ بچھڑ بھی چکے مگر انور
خودکشی کا کوئی خیال نہیں

جب بھی رشوت کا کیا ہے اہتمام
"ہو گئیں غالب بلائیں سب تمام"

موت بھی جس کے تصوّر سے ڈرے
دُور سے اس زندگانی کو سلام

قابلیّت پر سیاہی پھر گئی
آگیا جب بھی سفارش کا مقام

آج گر مزدُور ہوتے مطمئن
داغ فاقوں کے نہ دھوتے صبح و شام

لاکھ پردوں میں رہے سرمایہ دار
وقت نے لینا ہے اپنا انتقام

کیا کہیں کچھ دوست اپنے نام سے
اَب بھی پڑھتے ہیں میرا تازہ کلام

رنگ وعدوں کا دُھل گیا آخر
ڈھول کا پول کھُل گیا آخر

دل جو سونے سے قیمتی تھا بہت
ساتھ پتھر کے تُل گیا آخر

تم پہ اشکوں کا کچھ اثر نہ ہُوا
ورنہ پتھر پگھل گئے آخر

تم پجُاری ہو صرف نوٹوں کے
راز ہم پر یہ کھُل گیا آخر

اصل میں تھا کمال میک اپ کا
حسُن تیرا بھی دُھل گیا آخر

منظوماتؔ

"رات اور اُلّو"

رات کے وقت ایک جنگل میں
چند اُلّو اُداس بیٹھے تھے
ایک بولا کہ رات لمبی ہے
دوسرے نے کہا کہ چھوٹی ہے
پہلا بولا کہ جھوٹ کہتے ہو
دوسرے نے کہا کہ بکتے ہو
تیسرے نے کہا کہ "چھوڑو جی
رات لمبی ہو یا کہ چھوٹی ہو
صُبح صادق ضرور اُبھرے گی
ہم نے اندھا ضرور ہونا ہے

اے میری گل بہار کالونی

شہر سے دُور ایک بستی ہے
جس کی ہر ایک چیز ڈستی ہے

مکھیوں کا بھی آشیانہ ہے
مچھروں کا بھی کارخانہ ہے

جابجا ڈھیر کوڑا کرکٹ کے
سب کے حصے میں آتے ہیں بٹ کے

کچھ اندھیرے ہیں کچھ اُجالے بھی
نالیاں بھی ہیں چند نالے بھی

جن میں پانی اچار بنتا ہے
صحت افزا بخار بنتا ہے

خشک مٹی کی دھوم سڑکوں پر
پتھروں کا ہجوم سڑکوں پر

تُو مکینوں کو راس کب آئی
لوگ پھر بھی ہیں تیرے شیدائی

اے میری گل بہار کالونی

تیرے کوچوں میں خاک اُڑتی ہے   خاک اُڑتے ہوئے بھی مرتی ہے

بعض گلیوں میں بہتا ہے پانی !   بارشوں کی ہے جو مہربانی

کوئی جگنو نہ ہے کرن کوئی !   ساری بستی ہے جیسے اَدھ موئی

گو نہیں کوئی خاص دلچسپی ،   کچھ طلب گار ہیں تیرے پھر بھی

اے میری گل بہار کالونی

رہنے والے بھی اَب پریشاں ہیں   گھر بسا کر بہت پشیماں ہیں

جس کو دیکھو وہی ہے پچھتاتا   پر گیا وقت پھر نہیں آتا

ڈاکٹر بھی یہاں پہ بستے ہیں   خوُد دواؤں کو جو ترستے ہیں

شاعروں نے بھی گھر بسائے ہیں ،   شہر سے جنگلوں میں آئے ہیں

زندگی اس طرح سے رُلتی ہے   جس طرح عمر قید ہوتی ہے

تیری ویرانیوں کا کیا کہنا   ان پریشانیوں کا کیا کہنا

اَب مکیں اپنے دل کو بہلانے نِت نئے سوچتے ہیں افسانے

روز اِک اہتمام کرتے ہیں کچھ نہ کچھ جشن عام کرتے ہیں

دوستوں کو بُلایا جاتا ہے۔ یوم خسروؔ منایا جاتا ہے

گو ہتھیلی پہ جان رکھی ہے پر مگر دل میں ٹھان رکھی ہے

خود کو برباد کر کے چھوڑیں گے تجھ کو آباد کر کے چھوڑیں گے

اے میری گل بہار کالونی

عظیم پیشہ

ایسی بدلی ہیں وقت نے آنکھیں

کوئی فرہاد ہے نہ تیشہ ہے

اور پیشے بھی ہیں بہت لیکن

اب سمگلنگ عظیم پیشہ ہے

بیوی کا خط ——— شوہر کے نام

اے میرے شوہر، میرے سرتاج، میرے ہمسفر
کیا بتاؤں کس طرح ہوتی ہے ہم سب کی بسر
چھوڑ کر جب سے گئے ہو دل بہت بے تاب ہے
میری آنکھوں سے رواں اشکوں کا اِک سیلاب ہے
چار ہفتوں سے نہیں آئی تمہاری کچھ خبر
سینکڑوں شبہات کا ہونے لگا دل میں گزر
میں پریشاں ہوں اِدھر، بچے اُدھر بیمار ہیں
آج کل گھر میں ہمارے قحط کے آثار ہیں
میں نہ کہتی تھی تمہیں یہ نوکری اچھی نہیں،
دیکھ لو اَب تم کہیں ہو، میں کہیں، بچے کہیں

پچھلے منگل سے نہ آٹا ہے ، نہ گھر میں دال ہے
ہائے یہ دُوری ہماری شامتِ اعمال ہے۔
قرض کا کھاتہ کسی صُورت بھی چل سکتا نہیں
سخت ضدی ہے یہ بنیا، ضد سے ٹل سکتا نہیں
زندگی کی ہر خوشی کو جیسے ہم سے بیر ہو
بِک چکے ہیں سارے زیور برتنوں کی خیر ہو
خُود نہیں آتے اگر خرچہ تو بھجواتے رہو
بھیج دو پیسے ہمیں تم بعد میں آتے رہو
خیر اب جو کچھ بھی ہو لکھو مجھے خط کا جواب
مجھ کو سہنا ہے کہاں تک اِس جُدائی کا عذاب
زندگی دشوار کر رکھی ہے اِس آزار نے
دُوسری شادی نہ کر لی ہو کہیں سرکار نے

طوطے

گنوائے بیٹھے ہیں فصلِ بہار کے طوطے
ملیں گے جانے کہاں اب قرار کے طوطے

تیری نگاہ نے ہم سے بھی طوطا چشمی کی
اُڑا دیئے دلِ بے اختیار کے طوطے

چلے بھی آؤ میری بے قرار آنکھوں میں
تڑپ رہے ہیں ابھی انتظار کے طوطے

شبِ فراق میری نگہتِ تصوّر سے
لپٹ لپٹ گئے زلفِ نگار کے طوطے

نہیں ہے اس سے کوئی بڑھ کے اور مجبوری
ہیں تیرے بس میں میرے اختیار کے طوطے

کسی پہ رازِ محبت ہُوا نہیں افشا
اُڑے ہوئے ہیں مگر دستِ یار کے طوطے

پرمٹ

نہ آٹے کے پرمٹ، نہ چینی کے پرمٹ
ملے ہم کو، باریک بینی کے پرمٹ

سرِعام بے پردگی ہو رہی ہے۔
ہوئے ختم پردہ نشینی کے پرمٹ

میری قوم بس آج پھر بٹ رہے ہیں
غلامی کے زنداں نشینی کے پرمٹ

اصولوں سے چلتی نہیں ہے سیاست؛
چلاتے ہیں سب کام چینی کے پرمٹ

رانگ نمبر

اپنے دفتر کی میز سے میں نے —
سخت مصروفیت کے عالم میں —
سر اٹھا کر — جب اُس کے چہرے پر
سرسری سی نگاہ دوڑائی —

میں نے دیکھا — وہ — درمیانہ قد —
ایک فیشن پرست — سی لڑکی —
لمبے لمبے سے بال تھے جس کے
اور آنکھوں پہ کالا چشمہ تھا —
سرخ ہونٹوں پہ تہہ لپ اسٹک کی —
اک عجیب و غریب صورت تھی —
سنگِ مرمر کی جیسے مورت تھی —

محترمہ سے — باادب ہو کر —
میں نے پوچھا — کہ آپکی تعریف؟

• ـــ ویسے دیکھا تو ہے کہیں میں نے ـــ

ـــ اس سے پہلے بھی آپ کو شاید

آپ کا نام "شاہدہ" تو نہیں ـ

ـــــ ہنس کے بولی ـ معاف کیجیے گا ـ ـ

("رانگ" نمبر ملا رہے ہیں ـ "آپ")

میں تعارف کرائے دیتا ہوں ـ

ـــ اپنی سوسائٹی کا قائد ہوں

ـــــ "شاہدہ" ـ تو نہیں ـ میں "شاہد" ہوں

ڈوبتا سُورج!

آپ افسر نہیں فرشتہ ہیں
آپ کے دم سے جی رہا ہوں میں
ماتحت کا یہ فرض ہوتا ہے
اپنے آفسر کا احترام کرے
میں نے دیکھے ہیں سینکڑوں آفسر
نیک دِل آپ سَا نہیں دیکھا
چشم پوشی ہے آپ کی عادت
ورنہ ہم تو خطا کے پُتلے ہیں
آپ افسر نہیں فرشتہ ہیں

۲

"جی نہیں" "خاص بَات کچھ بھی نہیں
آج چھٹی کا دن تھا، فرصت تھی۔

—— میں نے سوچا سلام کر آؤں

اور یہ اک حقیر نذرانہ ——

میری جانب سے "عید کا تحفہ" ——

صرف بچوں کے واسطے ہے حضور ——

جی نہیں چھوڑیے —— تکلف کیا؟

میں تکلف کبھی نہیں کرتا ——

—— مجھ کو عادت نہیں خوشامد کی

میں تو اخلاص کا ہوں پروانہ ——

—— ہاں! عقیدت جو آپ سے ہے مجھے

—— اُس کا اظہار کر رہا ہوں میں

—— ۳ ——

کیا کہا؟ آپ نے —— "خدا حافظ"

آپ کی بات میں نہیں سمجھا ——

"ہیں!" —— اچانک تبادلہ کیسا؟

—— کب ہوا، کس طرح، کہاں پہ ہُوا

خیر قسمت کو تھا یہی منظور ——

—— آپ جانے لگے ہیں ہم سے دُور ——

خوش رہیں —— آپ کا خدا حافظ

۴

—— نام اُن کا —— مگر بتا دیجئے ——

—— جانشینی کا ہے شرف جن کو ——

کاش —— وہ بھی فرشتہ خصلت ہوں ——

—— اُن کو بھی راہ و رسم کی خاطر ——

ابتدائی سلام کرنا ہے

ہم تو ماتحت ہیں —— ہمارا کیا

ہم نے تو اپنا کام کرنا ہے

جیب تراش

اے میرے دوست میرے ہم پیشہ
تم میرا حال پوچھتے ہو کیا ———
میں نے اِک جیب کل بھی کاٹی تھی
——— اور اِک جیب آج کاٹی ہے
——— دونوں جیبوں سے کچھ نہیں نِکلا

ایک میں چند ٹیڈی پیسے تھے
اور بس کی پھٹی ہوئی ٹکٹیں
ایک تعویذ تھا محبت کا ———
اور کچھ ایکٹروں کی تصویریں
—طالب علم تھا کوئی شاید
جس کا سرمایہ بس یہی کچھ تھا

——— دوسرے آدمی کی پاکٹ میں
—نوٹ تھا اِک روپے کا خستہ سا
ڈاکٹر کے پُرانے نسخے تھے
ایک درخواست نوکری کے لئے
چند اسناد تجربے کی تھیں
——— تھا کسی مل کا سابقہ مزدور
وہ بھی اپنی طرح ہی تھا مجبور ———

مسلم جاوید خوشنویس روزنامہ مشرق پشاور

م۔ جھرل